قرآن و حدیث میں تعارض کی حقیقت

کتاب اللہ — حدیث رسول

ابوانس مولانا محمد یحیٰ گوندلوی حفظہ اللہ
شارح ترمذی وابن ماجہ

خیر القرون کے گذرنے کے ساتھ ہی کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے تھے جن کے نظریات کتاب و سنت کے منافی تھے ان حضرات نے اپنے نظریات کے تحفظ کیلئے چند اصول وضع کر رکھے تھے جن پر کتاب وسنت کی نصوص کو پرکھتے جو آیت کریمہ ان کے اصولوں سے متصادم ہوتی اس کی غلط اور لغو تاویل کرتے اور جو حدیث اس طرح کی ہوتی اس کی اولا تاویل یا پھر انکار کر دیتے حدیث کی قبولیت کے لئے انہوں نے ایک یہ اصول بھی وضع کیا کہ حدیث کو قران پر پرکھا جائے گا اگر وہ قرآن کریم کے موافق ہے تو قابل قبول ورنہ رد کر دیا جائے گا۔ مرور زمانہ کے ساتھ جب اراء وقیاس کا استعمال ہونے لگا تو بہت سے حضرات نے اس اصول کو آزمایا۔ بظاہر یہ لوگ عوام کو یہی تاثر دیتے ہیں کہ ہم حدیث نبوی کو حجت مانتے ہیں اور اس اصول کو بھی مانتے ہیں۔ اور اس اصول کو بھی ہم نے ایک حدیث کی روشنی میں اپنایا ہے۔ وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما اتاكم عنى فاعرضوه على كتاب الله فان قلته وان خالف كتاب الله فلم اقله

تمہارے پاس میری کوئی بھی حدیث پہنچے تو اسے کتاب اللہ پر پیش کرو اگر وہ کتاب اللہ کے موافق ہے تو بلا شبہ وہ میری ہی حدیث ہے اگر وہ کتاب اللہ کے موافق نہیں ہے تو وہ میری حدیث نہیں ہے۔

یہ حدیث رسول نہیں:

محدثین کرام نے ان کی اس روایت کی تحقیق کی تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ روایت حدیث نہیں بلکہ ان حضرات کی گھڑی ہوئی ہے امام عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں اس حدیث کو زنادقہ اور خوارج نے گھڑا ہے۔ (جامع بیان العلم ص ۱۹۰)

امام یحیٰ بن معین فرماتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک یہ حدیث رسول درست نہیں ہے (جامع بیان العلم ص ۱۹۰)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو کسی راوی نے حدیث نہیں کہا ہے جس کی روایت رسول اللہ ﷺ کے کسی چھوٹے یا بڑے امر میں ثابت ہوتی ہو (ارشاد الفحول ص ۳۱)

محدث العصر علامہ البانی فرماتے ہیں یہ روایت تمام علماء حدیث کے نزدیک مخلق اور گھڑی ہوئی ہے (الحدیث حجۃ فی نفسہ فی العقائد والاحکام ص ۲۲)

ان ائمہ ناقدین ومحققین کی آراء سے واضح ہے کہ یہ روایت رسول اکرم ﷺ کی فرمودہ نہیں بلکہ کسی زندیق کی گھڑی ہوئی ہے۔

قرآن اور روایت زنادقہ:

اس روایت کے من گھڑت ہونے کی بین دلیل خود اس روایت کا مضمون ہے یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے اس روایت کو جب کتاب اللہ پر پیش کیا تو اسے من گھڑت پایا جیسا کہ امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

اہل علم نے کہا کہ ہم ہر چیز سے پہلے اسے کتاب اللہ پر پیش کرتے ہیں اور اس پر اعتماد کرتے ہیں جب ہم نے اس کو کتاب اللہ پر پیش کیا تو اسے کتاب اللہ کے مخالف پایا اس لئے کہ ہم نے کتاب اللہ میں یہ نہیں پایا کہ تم وہی حدیث قبول کرو جو کتاب اللہ کے موافق ہو بلکہ یہ پاتے ہیں کہ کتاب اللہ ہمیں رسول اللہ کی اطاعت کا مطلق حکم دیتی ہے اور آپ کی مخالفت سے ہر حالت میں ڈراتی ہے (جامع بیان العلم ص ۱۹۰ ج ۲)

امام شوکانی ناقل ہیں کہ ایک جماعت نے جب اس موضوع حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کیا تو اسے کتاب اللہ کے خلاف پایا اس لئے کہ ہم نے کتاب اللہ کو پایا ہے کہ وہ ہمیں حکم کرتی ہے:

وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا

رسول تمہیں جو دے اسے پکڑ لو اور جس سے منع کرے اس سے باز آجاؤ۔

اور قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله

کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو۔

اور من يطع الرسول فقد اطاع الله

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی (ارشاد الفحول ص ۳۱)

یہ آیات اور اس مضمون کی دیگر متعدد آیات حدیث رسول کی شرعی حیثیت کو واضح کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی بلا قید اور بلا مشروط ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت بلا قید و بلا مشروط ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو بھی کسی لحاظ سے مشروط کرنا جائز نہیں اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کسی اعتبار سے مشروط کرنا دراصل اللہ کی اطاعت کو مشروط کرنا ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بعینہ اللہ کی اطاعت ہے۔

روایت گھڑنے کا مقصد:

روایت گھڑنے والوں کے پیش نظر بالاستقلال سنت نبوی کی تشریعی حیثیت کا انکار ہے ان کے نزدیک سنت سے بالاستقلال نہ تو احکام ثابت ہوتے ہیں اور نہ عقیدہ میں حجت ہے بلکہ اس کی حجیت قرآن کریم کی محتاج ہے۔ اگر وہ قران کے موافق ہے تو قابل حجت ورنہ رد کر دی جائے گی اگر چہ یہ نظریہ قدیمی ہے جس کو محدثین کرام نے مسترد کر دیا تھا لیکن آج پھر اس نظریئے کا احیاء پورے شدومد سے کیا جا رہا ہے۔ خصوصا اس کیلئے کالجیٹ حضرات کا انتخاب کیا جاتا ہے اور ان کو باور کرایا جا رہا ہے۔ کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہو خواہ اس کی سند اعلیٰ درجے کی صحیح ہو وہ حدیث صحیح نہیں ہوسکتی اور جو حدیث قرآن کے موافق ہو اس کی سند کی تحقیق کی بھی ضرورت نہیں اس کی صحت کیلئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ قرآن کے موافق ہے۔

پچھلے دنوں مجھ سے مولانا عمر صدیق جو سلفی عالم اور تحقیق کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں اور ان کی گفتگو ایسے نظریات کے حامل لوگوں سے اکثر ہوتی رہتی ہے نے بتایا کہ بہت سے حضرات زنادقہ کے اس نظریئے کی تشہیر کر رہے ہیں وہ چند احادیث کو لیتے ہیں اور پھر نوجوانوں کے سامنے پیش کر کے کہتے ہیں دیکھو یہ حدیث تو فلاں آیت کے خلاف ہے ان کا انداز بڑا پرکشش اور جاذب نظر ہوتا ہے جس سے بعض مدارس دینیہ کے پڑھے ہوئے حضرات بھی متاثر ہو رہے ہیں راقم الحروف کو یاد ہے کہ چند سال قبل ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی ہمارے گاؤں گوندلانوالہ میں تشریف لائے راقم الحروف کی ان سے فتنہ قبر کے موضوع پر گفتگو ہوئی میں نے گفتگو کا آغاز کیا محترم ڈاکٹر صاحب آپ کا صحیح بخاری کے بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا اس کی جو احادیث قران کریم کے خلاف نہیں ہے میں انہیں تسلیم کرتا ہوں میں نے جوابا عرض کیا ڈاکٹر صاحب آپ بخاری شریف میں سے کسی ایک حدیث کی نشاندہی فرمائیں جو قرآن کریم کے خلاف ہو لیکن موصوف نے اس بارہ میں خاموشی اختیار کر لی اور اس کا کوئی جواب نہ دیا۔

(واللہ علی ما نقول شہید)

حدیث کا انکار باطل اور گمراہ فرقوں کی مجبوری رہا ہے۔ اس لئے کہ یہ ان کے باطل نظریات کے درمیان ایک بڑی رکاوٹ ہے قرآن کریم کے اجمال سے یہ حضرات فائدہ اٹھاتے ہوئے اس میں تشکیک پیدا کرتے ہیں لیکن حدیث کے ہوتے ہوئے ان کی تشکیک چنداں مؤثر نہیں ہوتی کیونکہ حدیث قرآن کی تفسیر کر دیتی ہے جس سے ان کی تشکیک ھباءً منثوراً ہو کر رہ جاتی ہے۔

سنت کا قرآن سے تعلق:

بلاشبہ قرآن وسنت کا آپس میں چولی دامن کا تعلق ہے جو ایک دوسرے سے نہ جدا ہیں اور نہ مخالف۔ کیونکہ دونوں کا ماخذ اور منبع ایک ہے اور وہ ہے وحی الٰہی۔ اس لئے دونوں میں تعارض کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ائمہ محققین، امام ابن تیمیہ، اور ابن القیم وغیرہ نے اپنی تحریرات میں واضح کیا ہے کہ کوئی صحیح حدیث قرآن کے مخالف نہیں ہے۔ جب دونوں کا ماخذ ایک ہے تو مخالفت کیسے ہوسکتی ہے؟

ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا

بلاشبہ جس طرح قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وحی ہے اسی طرح حدیث بھی اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں:

وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا

رسول ﷺ تمہیں جو دے اس پر عمل کرو اور جس سے تمہیں روکے اس سے باز رہو۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا کسی امر کا حکم کرنا یا اس سے منع کرنا اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔

وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحي يوحى

رسول ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے۔

رسول اللہ فرماتے ہیں:

الا انی اوتيت القرآن ومثله معه (ابو داؤد)

آ گاہ رہو کہ بلاشبہ مجھے قرآن اور اس کی مثل دیا گیا ہے۔

اور فرمایا: انی قد تركت فيكم شيئين لن تضلوا بعدهما كتاب الله وسنتی لن يتفرقا حتى يردا على

الحوض (المستدرك ص ۹۳، ج ۱)

بلاشبہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر چلا ہوں تم ان پہ عمل کرو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اپنی سنت: اور یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہونگی حتیٰ کہ میرے پاس حوض پر وارد ہو جائیں گی۔

یہ حضرات جن احادیث کو قرآن کے معارض ٹھہراتے ہیں وہ درحقیقت معارض نہیں بلکہ ان کے سوء فہم کا نتیجہ ہے امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں۔

سنت کا قرآن سے تعلق تین طرح کا ہے ایک یہ کہ کلیۃ قرآن کے موافق ہو تو اس صورت میں قرآن وسنت کا توارد ایک طرح کا ہوگا دوسری یہ کہ سنت قرآن کی تفسیر ہو۔ تیسری یہ کہ سنت قرآن کے اس حکم کو واجب کرتی ہو جس سے قرآن خاموش ہے یا اس کو حرام قرار دیتی ہو جس کی حرمت سے قرآن خاموش ہے۔ بس یہی تین صورتیں ہیں کوئی چوتھی صورت نہیں اور ان تینوں صورتوں میں کسی اعتبار سے بھی سنت کا قرآن سے تعارض نہیں۔ ہے جو سنت سے زائد ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے شریعت ہے جس کی اطاعت واجب ہے اور معصیت و نافرمانی حلال نہیں ایسی سنت کتاب اللہ پر تقدیم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے جو اس نے رسول اللہ کی اطاعت کا حکم دیا۔ اگر اس قسم میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہ کی جائے تو اطاعت کا کوئی معنی اور مفہوم ہی باقی نہیں رہتا اور وہ اطاعت جو آپ کے ساتھ مخصوص ہے ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ اگر آپ کی اطاعت صرف اسی امر میں ہے جو قرآن کے موافق ہے اس سے زائد میں نہیں تو پھر اطاعت آپ کے ساتھ خاص نہ ہوئی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ومن یطع الرسول فقد اطاع الله (النساء: ۸۰)

جو شخص رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اہل علم کیلئے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اس حدیث کو قبول نہ کریں جو کتاب اللہ سے زائد ہے (پھر اس پر امام موصوف نے درجنوں مثالیں دے کر آخر میں فرمایا) اگر اس حدیث کا جو کتاب اللہ سے زائد ہے کا رد کرنا درست ہو تو پھر صرف وہی سنت باقی رہے گی جو بظاہر قرآن کے موافق ہے اور اکثر سنن رد ہو کر رہ جائیں گی (اعلام الموقعین ص ۲۲۰ ص ۲۲۱ ج ۲)

وظیفہ رسول:

منجملہ رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری تبلیغ رسالت ہے اللہ کریم فرماتے ہیں:

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته

اے رسول جو اللہ کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دو اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو رسالت کو نہیں پہنچایا۔

اور ہم واضح کر آئے ہیں کہ حدیث رسول بھی وحی ہے جو رسالت کا ہی ایک حصہ ہے لہٰذا رسول اللہ نے ابلاغ رسالت میں کوئی کمی نہیں کی جیسا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جب آپ نے وہاں ڈیڑھ لاکھ کے قریب موجود صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا:

الا هل بلغت

کیا میں نے تمہیں دین نہیں پہنچا دیا؟

تو تمام نے بیک زبان اقرار کیا:

بلغت وادیت ونصحت (مسلم ص ۵۱۵ و ص ۷۴۳ طبع دار السلام)

آپ نے پہنچایا اور حق ادا کر دیا ہے اور خیر خواہی کر دی۔

یہ ایسی بڑی شہادت تھی جس کی اللہ تعالیٰ نے بھی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

میں نے آج کے دن تم پر دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت کی تم پر تکمیل کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پر راضی ہو گیا۔

دین اسلام کی تکمیل صرف قرآن کے ذریعے نہیں ہوئی بلکہ اس کے ساتھ رسول اللہ کی اطاعت۔ اتباع اور اسوہ بھی شامل ہے لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری صرف قرآن کریم کی تلاوت ہی نہ تھی بلکہ اس کی تبیین و تفسیر بھی آپ کے منصب میں شامل تھی جیسا کہ فرمایا:

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم (النمل: ۴۴)

ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا تاکہ آپ کی طرف جو نازل ہوا ہے اس کی لوگوں کیلئے تبیین و تفسیر کریں۔

دراصل جتنے گمراہ فرقے ہوتے ہیں یا آج موجود ہیں تمام نے کسی نہ کسی مرحلہ میں رسول اللہ ﷺ کی اس تشریعی حیثیت کا انکار کیا ہے اور آپ نے قرآن کی جو عملی تفسیر پیش کی ہے اسے قرآن کے ساتھ ٹکرانے کی کوشش کی ہے اور یہی چیز ان کی گمراہی کا سبب بنی ہے۔

حدیث

مستقل تشریعی حکم ہے:

وہ اس لئے کہ ان حضرات نے حدیث کو مستقل نہیں سمجھا بلکہ اسے ایک دوسرے درجے پر رکھا اور شریعت میں جو اس کی مستقل حیثیت ہے اسے تسلیم نہ کیا حالانکہ کتاب وسنت کی عملاً حیثیت یکساں ہے ان میں دوئی نہیں ہے جیسے قرآن کریم کے احکام واجب التعمیل ہیں اسی طرح صحیح حدیث بھی واجب الاذعان ہے کیونکہ دونوں منزل من اللہ اور قرآن کریم نے دونوں کی عملی پوزیشن کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے ان میں تفریق نہیں کی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمة وعلمک ما لم تکن تعلم

اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور آپ کو وہ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے۔

اور فرمایا:

واذکروا نعمت اللہ علیکم وما انزل علیکم من الکتاب والحکمة یعظکم

اور تم اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے اور جو اس نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی وہ تمہیں اس کی نصیحت کرتا ہے۔ اور فرمایا:

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمة

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں پر احسان کیا جب ان میں ان کی جانوں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے۔ اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور فرمایا:

واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمة (الاحزاب)

اے نبی کی بیویو! تم یاد کرو جو تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت پڑھی جاتی ہے۔

ان آیات اور اس مضمون کی دیگر متعدد آیات پر غور کریں تو واضح ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ پر دو چیزیں نازل ہوئی ہیں (۱) کتاب (۲) حکمت ایمان اور عمل میں ان دونوں کو لازم وملزوم قرار دیا ہے جس سے واضح ہے کہ ایمان اور عمل کے اعتبار سے دونوں کی حیثیت ایک جیسی ہے۔

حکمت سے مراد:

کتاب سے مراد تو واضح ہے کہ اس سے مراد قرآن کریم ہے اسی طرح تمام کبار مفسرین کا اتفاق ہے کہ حکمت سے دین کی معرفت اور شریعت کی تفہیم مراد ہے قرآن کریم میں حکمت کا لفظ جب کتاب کے ساتھ مل کر آتا ہے تو وہاں عموماً سنت مراد ہوتی ہے۔ مشہور تابعی مفسر امام قتادہ فرماتے ہیں حکمت سے مراد سنت اور شریعت کا بیان ہے (قرطبی ص ۱۴۲، ج ۱)

مذکورہ تمام آیات واضح کرتی ہیں کہ سنت کو تشریع میں قرآن کریم جیسا ہی درجہ حاصل ہے امام شوکانی فرماتے ہیں قابل اعتماد اہل علم کا اتفاق ہے کہ سنت مطہرہ کو تشریع احکام تحلیل حلال اور تحریم حرام میں قرآن کریم کی مثل ہی درجہ حاصل ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ (ابو داؤد)

اس کا معنی یہ ہے کہ مجھے سنت قرآن کی مثل دی گئی ہے۔

اور یہ ان امور میں ہے جن کے بارے میں قرآن خاموش ہے جیسا کہ گھریلو گدھوں، کچلی والے درندوں اور ذی مخلب پرندوں کی حرمت ہے اور دیگر مسائل میں جن کا شمار تعداد سے باہر ہے۔

امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں: کتاب سنت کی طرف محتاج ہے۔

ابن عبدالبر فرماتے ہیں: سنت کتاب اللہ پر فیصلہ کرتی ہے اور اس کی مراد کو ظاہر کرتی ہے۔

یحییٰ بن ابی کثیرؒ فرماتے ہیں سنت کتاب پر قاضی ہے۔

الغرض سنت مطہرہ کی حجیت دینی اور ضروری تشریع احکام میں سنت کا ثبوت اتنا واضح ہے کہ اس کا انکار وہی شخص کرتا ہے جس کا دین اسلام میں کوئی حصہ نہیں (ارشاد الفحول ص ۳۳ ملخصا)

روایت زنادقہ کا اثر:

زنادقہ کی گھڑی ہوئی مذکورہ روایت کو بہت سے بدئی فرقوں نے تسلیم کیا اور اسے اپنے لئے اصول بنایا جس پر آج بھی عمل کیا جارہا ہے متقدمین میں سے جہمیہ، معتزلہ، مرجیہ، خوارج اور متاخرین فقہاء عراق نے خوب اچھی طرح اپنایا ہر وہ صحیح حدیث جو ان کو اپنے نظریات کے خلاف نظر آئی اسے اس اصول کی بھینٹ چڑھا دیا۔

امام ابن القیم نے اعلام الموقعین ص ۲۱۰ ج ۲ میں ان الفاظ سے عنوان قائم کیا ہے، جس نے سنن کو ظاہر قرآن سے باطل قرار دیا ہے کی مثالیں: پھر بیسیوں صحیح احادیث کی مثالیں پیش کی ہیں جن کو گمراہ

فرقوں نے مذکورہ اصول کی وجہ سے رد کیا ہے۔

احناف اور روایت زنادقه:

امام ابن القیم نے ان فرقوں میں بعض متاخرین احناف کا بھی ذکر کیا ہے جنہوں نے مذکورہ روایت کو رد حدیث میں اپنا اصول قرار دیا ہے امام ابن القیم نے یہ سب کچھ تحقیق کی روشنی میں تحریر کیا ہے الزام کے طور پر نہیں اس لئے کہ احناف کی بعض اصول کی کتابوں میں اس روایت کو ایک اصول کے طور پر پیش کیا گیا ہے جیسا کہ اصول شاشی بحث السنہ اور اصول السرخسی ص ۳۶۵ ج ۱ میں ہے بلکہ اصول شاشی کے بعض محشی حضرات نے تو اتنی جرات کی ہے کہ اس من گھڑت روایت کو امام بخاری کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

علامہ تفتازانی نے بھی حدیث مصراۃ کے رد میں احناف کا موقف ذکر کرتے ہوئے اسی روایت کو بنیاد بنایا ہے فرماتے ہیں انہوں نے:

یکثر لکم الاحادیث من بعدی فاذاروی لکم عنی حدیث فاعرضوه علی کتاب الله

سے استدلال کیا ہے پھر اس روایت کو موضوع تسلیم کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وایراده البخاری ایاه فی صحیح لا ینافی الانقطاع (تلویح ص۹ ج ۲ طبع مصر)

امام بخاری کا اس کو اپنی صحیح میں داخل کرنا انقطاع کے منافی نہیں۔

اس سے واضح ہے کہ حنفی اصولی اس روایت کو صرف صحیح ہی نہیں بلکہ اس کا صحیح بخاری میں ہونا تسلیم کرتے ہیں حالانکہ یہ روایت صحیح بخاری میں تو کجا عام کتب سنن میں بھی موجود نہیں ہے اور پھر یہ صحیح بخاری میں ہو بھی کیسے سکتی ہے؟ وہ تو صحیح ترین احادیث کا مجموعہ ہے اور یہ روایت جیسا کہ ہم واضح کر آئے ہیں من گھڑت ہے فقہاء احناف نے اس روایت کو اپنی فقہ کے معارض بہت سے مسائل میں استعمال کیا ہے یہی مصراۃ والی حدیث جو متفق علیہ ہے لیکن فقہ حنفی کے معارض ہے کو اسی اصول کے تحت رد کر دیا ہے (اصول شاشی ص۵۰)

اسی طرح ولی کے بغیر نکاح نہیں صحیح حدیث کو یہ کہہ کر نحن ترکنا الخبر الواحد بمقابلة الخاص من الکتاب رد کر دیا ہے (موصول الحواشی شرح اصول الشاشی ص ۲۶، نقل از تاریخ اہلحدیث مولانا میر سیالکوٹی ص ۲۵۱)

اور رضاعت کے مسئلہ میں وارد

لا تحرم المصة ولا المصتان

متفق علیہ حدیث کو صاحب ہدایہ نے یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ:

وما رواه مردود بالکتاب او منسوخ (هدایه ص ۳۲۹، ج ۱)

یہ حدیث کتاب اللہ کی وجہ سے مردود ہے یا منسوخ ہے اس طرح بیسیوں احادیث پیش کی جا سکتی ہیں جن کو ان حضرات نے محض کتاب اللہ کے معارض قرار دے کر رد کیا ہے۔

ہم اس مضمون کو علامہ عاصم الحدادؒ کے پر مغز تجزیہ پر ختم کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

حنفیہ نے درایت یا شدت کے نام سے بعض ایسے اصول وضع کئے ہیں جن سے انہوں نے صحیح احادیث کی ایک بہت بڑی مقدار کو رد کیا ہے۔ جن میں ایک اصول یہ ہے کہ:

اخبار احاد کو قرآن کے عمومات اور ظواہر پر پیش کیا جائے اگر اس سے قرآن کے کسی عام یا ظاہر کی ممانعت ہوتی تو قرآن کو لیا جائے گا اور خبر (حدیث) کو رد کر دیا جائے گا۔ کیونکہ قرآن قطعی ثبوت ہے اور اس کے ظواہر عمومات بھی قطعی الدلالات ہیں تعجب ہے کہ ان میں بعض حضرات اپنے اس اصول پر استدلال ایک حدیث سے کرتے ہیں جس میں رسول اللہ نے فرمایا تھا:

تمہیں میری طرف سے اگر کوئی حدیث پہنچے تو اسے کتاب اللہ پر پیش کرو اگر وہ کتاب اللہ کے مطابق ہو تو وہ میری ہی بات ہوگی اور اگر اس کے مطابق نہ ہو تو وہ میری بات نہ ہوگی حالانکہ یہ ایک جھوٹی روایت ہے۔ جس کو بعض الحاد پسند لوگوں نے شریعت کا مذاق اڑانے کیلئے وضع کیا ہے جیسا کہ امام شافعی کے ساتھی عبدالرحمٰن بن مہدیؒ نے اس کی تصریح کی ہے بلکہ اس حدیث کا باطل ہونا خود اسے قرآن پر پیش کرنے سے واضح ہوتا ہے۔

(اصول فقہ ایک نظر میں ص۵۹، طبع لاہور)

الغرض اس من گھڑت اور خود ساختہ اصول کی وجہ سے ہر گمراہ اور باطل فرقے نے دل کھول کر صحیح احادیث کا انکار کیا ہے اور جو حدیث اپنے موقف کے خلاف سمجھی اس کے متعلق کہہ دیا یہ حدیث فلاں آیت کے خلاف ہے یہ محض ان کے سوء فہمی اور باطل ظن کا نتیجہ ہے۔ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں بلا شبہ یہ حضرات جس صحیح حدیث کو قرآن کریم کے خلاف سمجھتے ہیں وہ اس کے خلاف نہیں ہوتی بلکہ ازروئے قرآن حکیم کی صحیح ترین تفسیر ہوتی ہے یا پھر اس کے عموم کو خاص کرتی ہے۔